رسومات مسلم میت

تیجہ، ساتواں، دسواں
چہلم، برسی

(مشابہات ہندو دھرم)

مؤلف:
پروفیسر (ریٹائرڈ) نور محمد چودھری

ناشر:
فیض اللہ اکیڈمی اردو بازار، لاہور

نام کتاب ——— رسومات مسلم میت

تیجہ، ساتواں، دسواں، چہلم، برسی

مؤلف ——— پروفیسر (ریٹائرڈ) نور محمد چودھری

ناشر ——— ابن عبدالحق

مکتبہ ——— فیض اللہ اکیڈمی، لاہور

بار ششم ——— اپریل 2007ء

تعداد ——— 1000

قیمت ——— =/25 روپے

عرضِ مؤلف

اسلامی بھائیو! ہم نے میت کے ایصال ثواب کے لیے جو ہندوؤں کی رسومات یعنی تیجہ (قل) ساتواں، دسواں، چہلم، ششماہی اور سالانہ برسی اپنا رکھی ہیں، یہ گمراہی پر مبنی ہیں ان کا کوئی ثبوت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانوں میں نہیں ملتا۔ سب علماء وفقہاء کا ان مسائل پر کلی اتفاق ہے کہ ختم شریف کے لیے اس طرح دنوں کا تعین کرنا، قرآن پاک پڑھنے والے مولویوں کو اجرت دینا (خواہ کھانے کی ہی شکل میں ہو)، ساری برادری اور احباب کو بلا کر پرتکلف کھانوں کی ضیافت سے تواضع کرنا یہ سب کام ناجائز بلکہ حرام ہیں مقام حیرت ہے کہ اہل خانہ میت کے لیے اتنا خرچہ بھی کریں اور بجائے ثواب کے گناہ کے انبار لگالیں تو کیوں نہ ہم ان رسومات کو ترک کر کے قرآن وسنت کی روشنی میں جائز اور باعث ثواب کام کریں۔

اللہ بزرگ وبرتر ہمیں ایسے نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین) مؤلف

میت کی ہندوانی رسومات میں سرادہ کھانے سے ثواب پہنچانا

مشہور مؤرخ علامہ البیرونی اپنی تصنیف ''کتاب الہند'' کے صفحہ ۱۷۰ اور ۲۸۲ پر لکھتے ہیں کہ ہندوؤں میں میت کے حقوق اس کے وارثوں پر حسب ذیل ہیں۔

۱. یوم وفات کے گیارہویں اور پندرہویں دن ضیافت کرتے ہیں اور ہر ماہ کی چھٹی تاریخ کو ضیافت کرنے میں کافی فضیلت سمجھتے ہیں۔
۲. نو دن تک اپنے گھر کے سامنے پکی پکائی روٹی اور پانی کا کوزہ رکھنا چاہیے' ورنہ میت کی روح ناراض ہو جائے گی اور بھوک اور پیاس کی حالت میں گھر کے اردگرد پھرتی رہے گی۔
۳. دسویں اور گیارہویں تاریخوں کو بھی بہت سا کھانا تیار کرکے اور ٹھنڈے پانی سے تواضع کی جائے۔
۴. ماہ (پوہ) میں حلوا پکا کر دیا جائے۔
۵. اختتام سال پر بھی کھانا کھلانا ضروری ہے۔
۶. برہمن کے کھانے پینے کے برتن علیحدہ ہوں۔

مولانا عبیداللہ کی ہندوانی رسومات کی تصدیق!

یہ مولوی صاحب پہلے ہندو پنڈت تھے پھر نومسلم ہو کر مشہور و معروف عالم دین ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب تلفظ ''تحفۃ الہند'' کے صفحہ ۹۱ پر لکھا ہے کہ:

''برہمن کے مرنے کے بعد گیارہویں دن' کھتری کے مرنے کے بعد تیرہویں دن' ویش یعنی بنئے کے مرنے کے بعد پندرہویں یا سولہویں دن اور شودر کے مرنے کے بعد تیسویں یا اکتیسویں دن علاوہ ازیں ہر سال اسوج کے مہینے کے نصف اول اور میت کی موت کے چار سال بعد ایک دن سدھ کا ہوتا ہے۔ ہندو ان دنوں کھانے کے ثواب اپنے مردوں کو پہنچانا ضروری جانتے ہیں اس طرح ثواب پہنچانے کو ہندو لوگ سرادہ کہتے ہیں اور جو پنڈت ایسے کھانے پر بیت پڑھتا ہے وہ ہندوؤں کی زبان میں اکھشر من کہلاتا ہے۔''

مسلمانوں نے ہندوؤں کی رسومات کو اپنا لیا

افسوس صد افسوس کہ مسلمانوں نے میت کے بعد تیجہ یا سوئم' ساتواں' دسواں' چالیسواں اور سال بعد برسی کے دن ضیافت کے دن مقرر کر لیے۔ پنڈت کی جگہ مولوی نے لے لی۔ سرادہ کی بجائے لفظ ختم شریف کا استعمال ہونے لگا۔ جو بیت پڑھتے تھے اس کی جگہ ملاں قرآن کریم پڑھنے لگا۔ پنڈت کی طرح ملاں کے برتن بھی الگ ہوئے' اور ہندوؤں کی طرح حلوا اور پانی بھی ختم پڑھنے والے کے سامنے رکھا جانے لگا' مختصراً یہ کہ میت کے حقوق ہو بہو ہندوؤں سے نقل کر لئے گئے۔

علماء کی طرف سے مسلمانوں کے ہندوانہ رسومات کو اپنانے کی تصدیق

۱. حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اپنی ''کتاب البراہین القاطعہ'' کے صفحہ نمبر ۱۱۱ پر لکھتے ہیں کہ:

''ہندوستان میں خاص رسم سوئم یا تیجہ کی ہے کسی دوسری ولایت میں کوئی شخص اس رسم کو نہیں جانتا۔ لہٰذا ہندوؤں کے تیجہ کو دیکھ کر مسلمانوں نے اسے اپنے لئے وضع کر لیا ہے۔''

۲. مشہور بریلوی عالم مولوی محمد صالح صاحب کھانا سامنے رکھ کر اس پر پڑھنے کے متعلق اپنی کتاب ''تحفۃ الاحباب'' صفحہ نمبر ۱۱۲ پر لکھتے ہیں کہ:

''یہ رسم سوائے ہندوستان کے اور کسی اسلامی ملک میں رائج نہیں۔''

مذکورہ بالا شہادات کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ میت کے بعد ختم شریف کے لیے تیجہ (سوئم قل) ساتواں' دسواں' چالیسواں یا چہلم وغیرہ رسومات خالصتاً ہندوستان کے باشندے ہندوؤں کی ہیں جو مسلمانوں نے بغیر سوچے سمجھے مولویوں کے گمراہ کن فتوؤں کی بناء پر اندھا دھند اپنا لی ہیں۔ یہ ساری کی ساری بدعات ہیں۔ پیشتر اس کے کہ میت کی ان رسومات پر تفصیلاً بحث کی جائے مناسب ہے کہ لفظ ''بدعت'' کا مفہوم ذہن نشین کر لیا جائے۔''

بدعت کیا ہے؟

اجمالاً تعریف

اس لفظ کی وضاحت حسب ذیل حدیث مبارکہ سے باآسانی ہو جاتی ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ سب سے سچی حدیث کتاب اللہ ہے اور سب سے اچھا طریقہ ''طریقہ محمدی'' ہے اور بدترین امور دین میں ایجاد کردہ چیزیں ہیں' اور دین میں ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت یا گمراہی ہے۔ (مسلم۔ کتاب الجمعۃ ۲۰۰۵)

امام نسائی رحمہ اللہ کی روایت میں نبی مکرم ﷺ کے ارشاد میں ان الفاظ کا بھی اضافہ ہوتا ہے کہ ہر ضلالت یا گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ (کتاب العیدین ۱۵۷۹)

چنانچہ ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق جو شرعی احکامات ہیں ان میں اپنی طرف سے من گھڑت اضافہ کرنے والا ہر اصول اور ہر عمل بدعت کہلاتا ہے۔

بدعت کی تعریف بلحاظ خیر القرون

خیر القرون کا مطلب۔ قرون جمع قرن کی ہے جس کے معنی ہیں: دور یا زمانہ اور خیر کے معنی ہیں: بھلائی' برکت' بہتر یا درست بلکہ ہر لحاظ سے ٹھیک ٹھاک۔

اب ان کی تعریف رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے سنیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ:

''ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کون لوگ بہتر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ قرن بہتر ہے جس میں میں ہوں پھر دوسرا قرن پھر تیسرا قرن۔

(مسلم ج۲ص۳۱۰' کتاب فضائل الصحابہ ۶۷۰)

حضرت امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف الدین نووی رحمہ اللہ نے خیر القرون والی مندرجہ بالا حدیث کی اس طرح تشریح کی ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ آپ کے قرن سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا قرن ''زمانہ'' ہے اور

دوسرے قرن سے تابعین رحمہم اللہ کا قرن اور تیسرے قرن سے تبع تابعین رحمہم اللہ کا قرن مراد ہے۔

(حوالہ شرح مسلم ج۲ص۳۵)

نبی معظم ﷺ کی ان تینوں زمانوں کے بہترین لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کے لیے وصیت

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ (کہ ان کے نقش قدم پر چلنا) پھر ان کے بارے میں جو ان سے ملتے ہیں (تابعین رحمہم اللہ) پھر (ان کے بارے میں) جو ان سے ملتے ہیں (تبع تابعین رحمہم اللہ) پھر (ان تین زمانوں کے بعد) جھوٹ عام ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ آدمی بلا قسم دیئے بھی قسم اٹھائیں گے' اور بلا گواہی طلب کیے بھی گواہی دیں گے سو جو شخص جنت کے وسط میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ کا ساتھ نہ چھوڑے۔ (احمد ۳۲۶۔ ابوداؤد ۷۸۳۵۔ نسائی ۳۸۴۰)

لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے نقش قدم پر نہ چلنا بھی بدعت یعنی اپنی طرف سے من گھڑت شریعت ہوئی۔ (کتاب فضائل الصحابہ : ۲۴۷۰)

❶ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ تحریر کرتے ہیں کہ:

''مذموم (بری) بدعت وہ ہے جو دین کے اندر ایجاد کی جائے اور وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعینؒ کے عہد میں نہ ہو اور نہ اس پر کوئی شرعی دلیل دلالت کرتی ہو۔'' (شرح مقدمات)

❷ نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود تھے انہوں نے فرمایا ہے: تم ہمارے (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نقش قدم پر چلو اور نئی بدعات مت ایجاد کرو' کیوں کہ تم کفایت کیے گئے ہو۔ تمہارے لیے ضروری شرعی احکامات تکمیل کے ساتھ کافی کر دیئے گئے ہیں۔

(الاعتصام ج ١ ص ٥٤ ـ مجمع الزوائد ١/ ١٨١ دارمی ١/ ٦١)

❸ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

''اتباع کرو اور بدعت جاری نہ کرو۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہر قسم کی بدعت گمراہی ہے اگر چہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھتے ہوں۔''

(مسند دارمی ۱/۵۸۔۶۱)

❷ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''اہل سنت والجماعت یہ فرماتے ہیں کہ: جو قول وفعل جناب رسول اللہ ﷺ کے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو تو اس کا کرنا بدعت ہے کیوں کہ اگر وہ کام اچھا ہوتا تو ضرور وہ اس کام کو پہلے کرتے اس لیے کہ انھوں نے نیکی کے کسی پہلو اور کسی نیک اور عمدہ خصلت کو عمل کے بغیر نہیں چھوڑا بلکہ وہ کام میں سبقت لے گئے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر ج ٤' ص ١٥٤)

چنانچہ ثابت ہوا کہ میت کے بعد کی دنوں کے تعین کے ساتھ رسومات مثلاً تیجہ' ساتواں' دسواں' چالیسواں کے ختم طعام وغیرہ سب بدعات ہیں کیوں کہ یہ رسومات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانوں میں ہرگز ہرگز نہیں تھیں اور رسول کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق ہر بدعت ایک گمراہی ہے جو کہ دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

دوسری قوم کی مشابہت کرنے والا خدا کے غضب میں

❶ صحیح بخاری حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

① ((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) (ابو داود : ۴۰۳۱۔احمد ۲/ ۵۰)

''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی قوم میں سے ہے۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ میت کے بعد ہندوانی رسوم مثلاً مردے کے ایصال ثواب کے لیے۔ (تیجہ' قل' ساتواں' دسواں چالیسواں' ختم شریف منعقد کرنے والے ہندوؤں کی جماعت سے اٹھائے جائیں گے۔

② حضرت عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ ثَلٰثٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ حَتّٰى يُهْرِيْقَ دَمَهٗ۔)

(بخاری۔ کتاب الدیات : ۶۸۸۲)

''سب سے بڑھ کر خدا کا غضب تین آدمیوں پر ہے۔ گناہ کرنے والا حرم میں۔

پہلے کافروں کی عادتیں (اور رسمیں) اسلام میں چاہنے والا۔ محض خونریزی کے لیے مسلمان کے خون ناحق کا خواہاں۔''

چنانچہ ہندوانہ رسمیں چاہنے والا بھی خدا کے غضب میں شامل ہوگیا۔

تلاوت قرآنی کی اجرت کے خلاف سنگین ترین انتباہ!

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنَ﴾ [البقرة: ۴۱]

''تھوڑی قیمت پر میری آیات کو نہ خریدو اور میرے غضب سے بچو۔''

غور فرمائیے کہ یہ قرآنی حکم کتنا واضح ہے۔ ملاں نے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے آیات قرآنی کی قیمت صرف اور صرف وہ کھانا لگائی ہے' جس پر وہ ختم شریف پڑھ کر ہڑپ ہڑپ کر کھانا شروع کرتا ہے بلکہ آج کل تو تعین کردہ دنوں (تیجہ' ساتواں' دسواں' چالیسواں' برسی) کے وقت نقدی بھی بٹورتا ہے اور تن بدن کے کپڑے بھی میت والے گھر سے لے کر بے حد خوشی محسوس کرتا ہے۔ کیا اس کو مندرجہ بالا ایت کریمہ میں جو خدائی غضب کا اعلان ہے اس سے کوئی ڈر نہیں لگتا۔؟

قرآن خوانی کی اجرت پر غضب ناک عذاب

1 ((عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ يَتَاَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ))

(رواہ البیهقی فی شعب الایمان ۲/ ۵۳۲ باب فی تعظیم القرآن ۲۶۲۵)

''بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھے تا کہ لوگوں سے کھائے قیامت کا دن آئے گا اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔''

روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

تشریح: ختم شریف کے موقع پر جو کھانا کھلایا جائے وہ قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت ہے لہٰذا اس طرح کی اجرت دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں' بلکہ مندرجہ بالا حدیث کی رو سے سخت گنہگار ہیں۔

2 علامہ عینی الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں جو قرآن کریم کے پاروں کا اجرت کے ساتھ پڑھنا رائج ہے وہ جائز نہیں۔'' (بنایة شرح هدایه ج٣ص ١٥٥)

بریلوی علماء کے فتاویٰ کی رو سے تلاوت قرآن کریم پر اجرت لینا اور دینا حرام ہے

ا مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب فرماتے ہیں:

''تلاوت قران عظیم پر اجرت لینا اور دینا حرام ہے اور حرام پر استحقاق عذاب ہے نہ کہ ثواب پہنچے' اس کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ اتنے دنوں کے لیے معین داموں پر کام کاج کے لیے نوکر رکھ لیں۔ پھر اس سے کہیں یہ کام کرو کہ اتنی دیر قبر پر پڑھ آیا کرو۔ یہ جائز ہے۔'' (احکام شریعت حصه اول ص ٦٣)

مولانا احمد رضا خان کا یہ طریقہ کلی طور پر مضحکہ خیز اور ناقابل عمل ہے کیوں کہ:

ا جب کسی آدمی کو کام کاج پر معین داموں پر مقرر کیا جائے گا تو شرعی نقطہ نظر سے ان سارے کاموں کی تفصیل بتانا ہوگی جس میں یہ بھی بتانا ہوگا کہ قرآن کریم کی تلاوت بھی ان کاموں میں شامل ہوگی تو پھر تو اجرت ممنوعہ طے ہوگئی۔ چنانچہ بات وہیں آ گئی۔ جس سے پرہیز کرنا تھا۔

ب۔ اگر مقرر کردہ آدمی کو یک لخت کہا جائے گا کہ یہ کام یعنی تلاوت قرآن کریم اتنے دن کے لیے کرو تو وہ کہے گا کہ مجھے تعین کرتے وقت یہ نہیں کہا گیا لہٰذا میں اس کو کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

ج مولانا خود ہی بتائیں کیا یہ طریقہ ان کے اپنے زمانہ میں کسی نے عملی طور پر کیا۔

د بریلوی مسلک کے دیگر زمانہ حال کے علماء کرام ہی بتائیں کہ آج کل کوئی اجیر اس طرح تلاوت قرآن کریم کے لیے رضا مند ہوگا؟ (جواب یقیناً نفی میں ہے۔

ر مولوی عبدالسمیع صاحب لکھتے ہیں: اگر حافظوں کو مزدوری دے کر قرآن پڑھوادیں یہ البتہ مکروہ ہے اس کی تصدیق کتب فقہ میں موجود ہے۔ الخ۔

(انوار ساطعه : ص١٠٧)

گویا اس مولوی صاحب نے رضا خان صاحب کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔

٤ جوہرہ نیرہ ج ا ص ٢٧٣ میں یہ (تلاوت) قرآن کریم پر اجرت' جائز نہیں ہے۔

٥ بہار شریعت ج ١٤ ص ١٣٩ میں سوم (قل) وغیرہ کے موقع پر اجرت پر قرآن پڑھوانا ناجائز ہے۔ دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں۔

٦ رسالہ رضوان میں ١٦٣ اشاعت ماہ اگست ستمبر ١٩٧٨ء میں ہے میت کے گھر کا کھانا ناجائز اور ممنوع ہے۔

٧ دیوبند مولانا گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

پس جو کچھ ملاؤں کو دیا جاتا ہے وہ اجرت ان کے پڑھنے کی ہے اور اور جو پڑھائی کی اجرت پر ہوتی ہے اس کا ثواب نہ پڑھنے والے کو ہوتا ہے اور نہ مردہ کو لہٰذا یہ فعل اس کا باطل اور لینا دینا دونوں حرام اور موجب ثواب کا نہیں بلکہ گناہ کا ہے۔

مردہ کو اس کا ثواب نہیں ہوتا اور اجرت دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں لہٰذا اس کام کا ترک بھی واجب ہے اگر بوجہ اللہ ثواب پہنچانا منظور ہے تو ہر شخص اپنے مکان پر پڑھ کر ثواب پہنچا دے اور تیسرے دن کا کیوں کیا جائے۔ ایصال ثواب کوئی منع نہیں کرتا۔ اگر بلا تعین ہو مگر ان قیود و خصوصیات کے ساتھ بدعت بھی ہے اور ثواب بھی نہیں پہنچتا۔ (فتاویٰ رشید یه ج: ٢ص ٨٣)

ان سب فتاویٰ کا حاصل یہ ہے کہ تلاوت قرآن کریم پر اجرت دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں چنانچہ فقہی مسئلہ پر ہر دو فرقوں یعنی بریلوی اور دیوبندی کے علماء صاحبان متفق ہیں افسوس صد افسوس کہ باوجود اس کے کہ ہر مسلک اور فرقہ کے لوگ قرآنی آیات کے عوض قیمت لینے کی مذمت کرتے ہیں مگر لوگ ختم شریف کی اس بدعت کو روکنے سے قاصر رہے ہیں۔

کھانا سامنے رکھ کر اس پر ختم دینا بدعت ہے

II جیسا کہ شروع میں ایک حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے کہ اگر کوئی قرآن پڑھ کر اس کے سبب سے کھانا کھائے تو روز محشر اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔ گویا وہ سنگین ترین گناہ کا مرتکب ہوگا۔ کیوں کہ وہ کھانا ہر لحاظ سے تلاوت قرآن کریم کی اجرت تصور ہوتی ہے اگر بغیر کھانے کے ختم شریف کی دعوت دی جائے تو نہ ملاں اور نہ کوئی دوسرا قرآن خوانی کے لیے شامل ہوگا۔

فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے کہ: (اردو) سورۃ فاتحہ اور اخلاص اور کافرون کا طعام پر پڑھنا بدعت ہے۔ (الجنہ ص ۱۵۵)

مولانا عبدالحی کے فتاویٰ میں ہے۔ (فارسی سے اردو ترجمہ)۔ (ختم طعام) کا یہ خاص طریقہ نہ تو نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں یہاں تک کہ خیر القرون کے تینوں زمانوں میں رائج نہ تھا اور زمانہ حال میں بھی حرمین شریفین مکہ مدینہ میں خصوصاً علماء کا یہ طریقہ نہیں البتہ اگر کوئی شخص اس مروجہ طریقہ سے ختم پڑھا ہوا کھانا کھالے تو کوئی حرج نہیں اور ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ اس عمل (ختم مروج) کو ضروری سمجھنا بہت برا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ ج: ۳ ص ۷۷)

اس ضمن میں مولوی احمد رضا خان بریلوی کا اپنے ہی گذشتہ مذکور فتووں کے باوجود ایک عجیب وغریب فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔

''وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں۔'' (الحجۃ الفاتحہ ص ۱۶)

ذرا غور فرمائیے کہ فتویٰ میں ایک طرف تو بیکار بات کہہ دیا ہے اور پھر وصول ثواب یا جواز بھی کہہ دیا گیا ہے کہ شریعت میں بیکار باتوں کا ثواب ہوتا ہے کیا پچھلے فتاویٰ میں اس مولوی صاحب نے یہ نہیں مانا کہ تلاوت قرآن کریم کی اجرت کے لیے گناہ عظیم ہے اب جو ختم شریف پڑھنے والے کے سامنے کھانا ہے کیا حدیث مذکورہ کے مطابق وہ اس کا معاوضہ نہیں سمجھا جائے گا جس کے گناہ کی پاداش میں قیامت کے روز اس کھانے کو کھانے والے مولوی کے چہرہ پر گوشت نہیں ہوگا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے اس بڑے مولوی صاحب کی نظر سے یہ حدیث مبارکہ نہیں گزری ورنہ ثواب کا لفظ استعمال کرنے سے گریز کرتے۔

پہلے صفحات پر.......... فتویٰ میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اس ختم شریف کا رواج نہ رسول اللہ ﷺ اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں تھا نہ تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں اور نہ تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانہ میں لہٰذا بلحاظ تعریف منجانب فقہا کرام یہ بدعت ہوئی۔ پھر طرہ یہ کہ جیسا کہ بریلوی ہی فرقہ کے مولوی محمد صالح نے کھانا سامنے رکھ کر اس پر پڑھنے کے متعلق لکھا ہے کہ یہ رسم سوائے ہندوستان (پاکستان بھی جو کہ اس وقت ہندوستان کا ایک حصہ تھا) کے اور کسی اسلامی ملک میں رائج نہیں۔ (انتہی بلفظہ تحفۃ الاحباب ص ۱۲۲)

علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کے مطابق ہر بیکار امر اور فعل عبث حرام ہوتا ہے۔ لہٰذا مولوی رضا خان صاحب نے اپنے فتویٰ میں لفظ بیکار استعمال کر کے اسے حرام قرار دے دیا ہے۔

مصیبت یا میت والے گھر میں کھانے کی دعوت مکروہ ہے

امام قاضی خان رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

((وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ فِي أَيَّامِ الْمُصِيبَةِ لِأَنَّهَا أَيَّامُ تَأَسُّفٍ فَلَا يَلِيقُ بِهَا مَاكَانَ لِلسُّرُورِ)) [فتاوی خانیہ ج: ۴ ص ۷۸۱]

''یعنی مصیبت کے دنوں میں ضیافت کرنا مکروہ ہے کیوں کہ جو کام خوشی کے وقت ہو وہ غمی کے مناسب نہیں ہے۔''

اسی کے قریب قریب عبارت فتاویٰ سراجیہ ص ۷۵ میں ہے۔

حافظ ابن ہمام لکھتے ہیں:

((وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهُ شُرِعَ فِي الْمَسْرُورِ لَا فِي الْمَشْرُورِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ)) (فتح القدیر: ص ۴۷۳)

''میت کے گھر کھانا تیار کرنا مکروہ ہے کیوں کہ (طعام) کھانا تو خوشی کے موقع پر ہوتا ہے نہ کہ غمی اور نہایت بری قبیح بدعت ہے۔''

اور علامہ قہتانی لکھتے ہیں کہ:

((وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ فِي هٰذِهِ الْأَيَّامِ وَكَذَا أَكْلُهَا كَمَا فِي خِيَرَةِ الْفَتَاوٰى)) (جامع الاموز: ج ۳ ص ۳۴۳)

''ان دنوں میت کے گھر کھانا تیار کرنا مکروہ ہیں۔ جیسا کہ خیرۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے۔''

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

((وَلَا يَنْبَغِ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ كَذَا فِي التَّتَارْخَانِيَّه)) (عالمگیری: ج ۱ ص ۱۶۷)

''تین دن تک میت کے گھر میں کھانا تیار کرنا مکروہ ہے ایسا ہی فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے۔''

اور امام حافظ الدین محمد بن شہاب کروری الحنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

((وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ ثَلَاثَةَ وَاَكْلُهَا لِاَنَّهَا مَشْرُوْعَةٌ لِلسُّرُوْرِ وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ اِطْعَامٍ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَ بَعْدَ الْاَسْبُوْعِ وَالْاَعْيَادِ وَ نَقْلُ الطَّعَامِ اِلَى الْقَبْرِ فِي الْمَوَاسِمِ وَ اتِّخَاذُ الدَّعْوَةِ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَ جَمْعُ الصُّلَحَاءِ وَالْقُرَّاءِ لِلْخَتْمِ اَوْ لِقِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ اَوِ الْاِخْلَاصِ فَالْحَاصِلُ اِنَّ اتِّخَاذَ الطَّعَامِ عِنْدَهُ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ لَا جَلِ الْاَكْلِ يُكْرَهُ)) (فتاویٰ بزازیہ ج۴ ص۸۱ مصر)

"تین دن تک ضیافت مکروہ ہے اور اسی طرح اس کا کھانا بھی کیوں کہ ضیافت تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے اور پہلے دوسرے تیسرے دن طعام تیار کرانا بھی مکروہ ہے اور اس طرح ہفتہ کے بعد اور عیدوں کے موقع پر بھی اور اسی طرح موسم بموسم قبروں کی طرف طعام لے جانا بھی مکروہ ہے اور قرأت قرآن کے لیے اور صلحا اور قرا کو جمع کر کے ختم قرآن کے لیے دعوت کرنا بھی مکروہ ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ سورۃ انعام یا سورۃ اخلاص کی قرأت کے لیے طعام تیار کرنا بھی مکروہ ہے حاصل یہ ہے کہ قرأت قرآن کے وقت کھانے کے لیے طعام تیار کرنا مکروہ ہے۔"

⌘ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ۔ (المتوفی ۵۱ھ) فرماتے ہیں:

((كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلَى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَ صُنْعَةَ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ))

(ابن ماجہ ۱۶۱۲ و مسند احمد : ۲/ ۲۰۴)

"ہم (یعنی صحابہ کرام) میت کے گھر جمع ہونے کو اور میت کے گھر کھانا تیار کرنے کو نوحہ سمجھتے تھے۔"

یاد رہے کہ میت والے گھر نوحہ ایسی چیز ہے جس پر نبی کریم ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔

⌘ ملا علی القاری رحمہ اللہ حضرت عاصم بن کلیب کی روایت کو نقل کرتے وقت یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

((قَرَّرُوْا اَصْحَابُ مَذْهَبِنَا مِنْ اَنَّهُ يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْاَوَّلِ وَ الثَّالِثِ وَ بَعْدَ الْاَسْبُوْعِ))

"ہمارے مذہب (حنفی) کے حضرات فقہاء کرام نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے پہلے اور تیسرے دن اور اسی طرح ہفتہ کے بعد طعام تیار کرنا مکروہ ہے۔"

(مرقات ج:۵ ص ۴۸۲)

⌘ علامہ ابن امیر الحاج المالکی (المتوفی ۷۳۷ھ) لکھتے ہیں کہ:

((اَمَّا اِصْلَاحُ اَهْلِ الْمَيِّتِ طَعَامًا وَ جَمْعُ النَّاسِ فَمَا نُقِلَ فِيْهِ شَيْءٌ وَهُوَ بِدْعَةٌ غَيْرُ مُسْتَحَبٍّ)) (مدخل ج ۳ ص ۲۷۵)

"اہل میت کا کھانا تیار کرنا اور لوگوں کا جمع ہونا اور اس میں کوئی چیز منقول نہیں ہے بلکہ یہ بدعت غیر مستحبہ ہے۔"

⌘ نیز لکھتے ہیں کہ:

((مِنْهَا اَحْدَثَهُ بَعْضُهُمْ مِنْ فِعْلِ الثَّالِثِ الْمَيِّتِ عَمَلَهُمُ الْاَطْعِمَةَ فِيْهِ حَتّٰى صَارَ عِنْدَهُمْ كَاَنَّهُ اَمْرٌ مَعْمُوْلٌ بِهِ)) (مدخل ج۳ ص۲۰۵)

"بعض لوگوں نے یہ بدعت نکالی ہے کہ میت کے تیجہ پر طعام تیار کرتے ہیں اور یہ ان کے نزدیک معمول بہ کام بن گیا ہے۔"

⌘ امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ:

((عَمَّا يُعْمَلُ يَوْمَ ثَالِثٍ مِنْ مَوْتِهِ مِنْ تَهْيِئَةِ اَكْلِ اَطْعِمَةِ الْفُقَرَاءِ وَغَيْرِهِمْ وَ عَمَّا يُعْمَلُ يَوْمَ السَّابِعِ۔ الخ))

"میت کے تیسرے دن فقراء وغیرہ کیلئے جو کھانا تیار کیا جاتا ہے اور اسی طرح ساتویں دن اس کا کیا حکم ہے۔"

جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

((جَمِيْعُ مَا يُعْمَلُ مِمَّا ذُكِرَ فِي السُّؤَالِ مِنَ الْبِدَعِ الْمَذْمُوْمَةِ))

(الفتاویٰ کبریٰ ج ۲ ص ۷))

"سوال میں جتنی چیزیں ذکر کی گئی ہیں وہ سب کی سب بدعات مذمومہ ہیں"

علامہ محمد رحمہ اللہ بن محمد منجی حنبلی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۷ھ تسیۃ المصائب ص ۹۹ میں ۹) امام شمس الدین قدامہ حنبلی رحمہ اللہ (۶۸۲ھ شرح مقنع الکبیر ج ۲ ص ۴۲۶ میں) اور امام موفق الدین بن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۲۰ھ) لکھتے ہیں (الفاظ)

⌘ ((فَاَمَّا صُنْعُ اَهْلِ الْمَيِّتِ طَعَامًا لِلنَّاسِ فَمَكْرُوْهٌ لِاَنَّ فِيْهِ زِيَادَةً عَلٰى مُصِيْبَتِهِمْ شُغْلًا لَهُمْ اِلٰى شُغْلِهِمْ تَشْبِيْهًا بِصُنْعِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ)) (مغنی ج ص ۴۱۳)

"کہ اہل میت جو لوگوں کیلئے کھانا تیار کرتے ہیں وہ مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں اہل میت کو مزید تکلیف اور شغل میں مبتلا کرنا ہے نیز اس سے مشرکین اہل جاہلیت کے ساتھ مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔"

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ:

((مَذْهَبُنَا وَ مَذْهَبُ غَيْرِنَا كَالشَّافِعِيَّةِ وَالْحَنَابِلَةِ)) (الخ ج:١ص ٨٤١)

"ہمارا اور حضرات شافع اور حضرت حنابلہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔"

علامہ طاہر رحمہ اللہ بن احمد الحنفی رحمہ اللہ ہیں کہ:

((وَلَا يُبَاحُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ عَنْهُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَنَّ الضِّيَافَةَ يَتَّخِذُ عِنْدَ السُّرُوْرِ)) (خلاصة الفتاوىٰ ج ٢ ص ١٤٣)

"کہ اہل میت کی طرف سے تین دن تک ضیافت مباح نہیں ہے کیونکہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوا کرتی ہے۔"

صوبہ سرحد اور اسی طرح دیگر علاقوں میں یہ بدعت رائج ہے کہ میت کو دفن کر چکنے کے بعد پہلی رات ضیافت کی جاتی ہے۔

تیجے (قل) ساتویں، دسویں اور چالیسویں

دن رات وغیرہ میت کے ایصال ثواب کیلئے کھانا کھلانا مکروہ اور بدعت!

علامہ حسام الدین علی متقی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی ٩٧٥ھ) بدعات اور اہل بدعات کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

((اِنَّ هٰذَا الْاِجْتِمَاعَ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ خُصُوْصًا لَيْسَ فِيْهِ فَرْضِيَّةٌ وَلَا فِيْهِ وُجُوْبٌ وَلَا فِيْهِ سُنَّةٌ وَلَا فِيْهِ اسْتِحْبَابٌ وَلَا فِيْهِ مَصْلَحَةٌ فِي الدِّيْنِ بَلْ فِيْهِ طَعْنٌ وَمَذَمَّةٌ وَمَلَامَةٌ عَلَى السَّلَفِ حَيْثُ لَمْ يَبِيْتُوْبَلْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ حَيْثُ تَرَكَ حُقُوْقَ الْمَيِّتِ بَلْ عَلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى حَيْثُ لَمْ يُكْمِلِ الشَّرِيْعَةَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا)) (بحواله تفهيم المسائل ص ١٧٢)

"یعنی خصوصیت کے ساتھ تیسرے دن کا اجتماع نہ تو فرض ہے اور نہ واجب نہ سنت ہے اور نہ مستحب نہ تو اس میں کوئی دینی مصلحت ہے بلکہ اس میں نہ کوئی دینی فائدہ ہے اور نہ اس میں کوئی دینی مصلحت ہے بلکہ اس میں طعن و مذمت اور ملامت ہے سلف رحمہم اللہ پر کہ انہوں نے اس کو بیان نہیں کیا بلکہ نبی کریم ﷺ پر کہ آپ نے میت کے حقوق (تیجہ، ساتواں، دسواں، چہلم برسی وغیرہ) بیان نہیں فرمائے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر کہ اس نے شریعت کو مکمل نہیں کیا اور ہماری بدعات کی وہ محتاج ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے آج کے دن تمہارے لیے دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کر لیا ہے۔"

۲ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

"وعادت نبود کہ برائے میت جمع شوند قرآن خوانند وختمات بر سر گور ونہ غیر آن وایں مجموع بدعت است نعم برائے تعزیت اہل میت وجمع تسلیہ وصبر فرمودن ایشان راسنت ومستحب است اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت ازحق یتامیٰ بدعت است وحرام"

(مدارج النبوت ج ص ٣٢١ طبع نولکشور)

"یہ عادت نہیں ہونی چاہیے کہ جمع ہو کر قبر وغیرہ پر قرآن خوانی اور ختم پڑھا جائے اور یہ اجتماع بدعت ہے۔ مگر اہل میت کے گھر تعزیت تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے کیلئے جمع ہونا سنت ہے اور مستحب ہے اور خاص اجتماع تیسرے دن (قل کیلئے) اور دیگر تکلفات کرنا اور یتیموں کے حق و مال میں سے بغیر وصیت خرچ کرنا بدعت ہے اور حرام ہے۔"

۳ علامہ مجد الدین رحمہ اللہ صاحب قاموس ارشاد فرماتے ہیں۔

"وعادت نبود کہ برائے میت جمع شوند قرآن خوانند وختمات کنند نہ بر گور ونہ غیر آں مکاں، وایں بدعت است ومکروہ" (سفر السعادت)

صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ تبع تابعین رحمہم اللہ سلف صالحین کی عادت نہ تھی کہ میت کیلئے قبر پر یا کسی اور جگہ جمع ہو کر قرآن پڑھیں اور (مروجہ رسوم کے) ختم کریں اور یاد رہے یہ کام بدعت اور مکروہ ہے۔

④ امام نووی رحمہ اللہ شرح منہاج میں لکھتے ہیں کہ:

((اَلاِجْتِمَاعُ عَلٰی مَقْبَرَۃٍ فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ وَتَقْسِیْمُ الْوَرَا وَالْعُوْدِ وَ الطَّعَامِ فِی الْاَیَّامِ الْمَخْصُوْصَۃِ کَالثَّالِثِ وَ الْخَامِسِ وَ التَّاسِعِ وَ الْعَاشِرِ وَ الْعِشْرِیْنَ وَالْاَرْبَعِیْنَ وَالشَّھْرِ السَّادِسِ وَالسَّنَۃِ بِدْعَۃٌ مَمْنُوْعَۃٌ مِنَ الْبِدَعِ الْمَذْمُوْمَۃِ)) (بحوالہ انوار ساطعہ ص ۱۰۵)

''قبر پر تیسرے دن اجتماع کرنا اور گلاب اور اگر بتیاں تقسیم کرنا اور مخصوص دنوں کے اندر روٹی کھلانا' مثلاً تیجہ' پانچواں' نواں' دسواں' بیسواں' اور چالیسواں دن چھٹا مہینا اور سال کے بعد یہ سب کے سب امور بدعت ممنوعہ ہیں۔''

⑤ علامہ ابن امیر الحاج المالکی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

((اَمَّا اِصْلَاحُ اَھْلِ الْمَیِّتِ الطَّعَامَ وَجَمْعُ النَّاسِ فَلَمْ یُنْقَلْ فِیْهِ وَبِدْعَۃٌ غَیْرُ مُسْتَحَبٍّ)) (مدخل ج ۳ ص ۲۷۵)

''اہل میت کا کھانا تیار کرنا اور لوگوں کا جمع ہونا اس میں کوئی چیز منقول نہیں ہے۔ بلکہ یہ بدعت غیر مستحبہ ہے۔''

⑥ نیز لکھتے ہیں کہ:

((مِمَّا اَحْدَثَ بَعْضُھُمْ مِنْ فِعْلِ الثَّالِثِ لِلْمَیِّتِ وَ عَمَلِھِمُ الْاَطْعِمَۃَ فِیْهِ حَتّٰی صَارَ عِنْدَھُمْ کَاَنَّهٗ اَمْرٌ مَعْمُوْلٌ بِهٖ)) (مدخل ج ۳ ص ۲۷۵)

''بعض لوگوں نے یہ بدعت نکالی ہے کہ میت کے تیجہ پر طعام تیار کرتے ہیں اور یہ ان کے نزدیک معمول کا کام بن گیا ہے۔''

مولانا محمد پالن حقانی اپنی تصنیف شریعت یا جہالت کے صفحات ۴۰۷' ۴۰۸ پر مسلمانوں کی ہندوؤں سے مشابہت کے متعلق لکھتے ہیں۔

⑦ ہندو صاحبان ہر سال اپنے بزرگوں کی ولادت اور شہادت مناتے ہیں۔ تو بعض مسلمان صاحبان بھی اپنے بزرگوں کی ولادت' شہادت اور شادی رچاتے مناتے ہیں۔

⑧ ہندو صاحبان اپنے دیو دیوی کا ہر سال میلہ کرتے ہیں اور اس میں مرد عورت خلط ملط ہو کر گھومتے پھرتے ہیں۔ تو بعض مسلمان صاحبان بھی مزاروں پر اسی طرح عرس کرتے ہیں' اور اسی میں مرد و عورت خلط ملط ہو کر گھومتے ہیں پھرتے ہیں۔ اور پردے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔

⑨ ہندو صاحبان مورتیوں کو نہلانے کے بعد نئے کپڑے اور پھولوں کا ہار بھی پہناتے ہیں۔ تو بعض مسلمان مزاروں کو ہر سال غسل دے کر کپڑے کی نئی چادر چڑھاتے ہیں۔ جس پر پھولوں کی چادر بھی چڑھاتے ہیں۔ یا اس پر پھول بکھیرتے ہیں۔

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ نے خوب کہا ہے:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

مولوی احمد رضا خان بریلوی کے بلا جواز شرعی فتاویٰ خود اپنی اور حوالہ شدہ فتاویٰ کی تردید کے شکار

مسئلہ:

اکثر بلاد ہند میں یہ رسم ہے کہ میت کے روز وفات سے اس کے اعزہ و اقارب و احباب کی عورات اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اہتمام کے ساتھ جو شادیوں میں کیا جاتا ہے پھر کچھ دوسرے دن اکثر تیسرے دن بعض چالیسویں تک بیٹھی رہتی ہیں۔ اس مدت اقامت میں عورات کے کھانے پینے' پان' چھالیہ کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں۔ اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو قرض لیتے ہیں۔ یوں نہ ملے تو سود نکلواتے ہیں اگر یہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟

جواب:

سبحان اللہ اے مسلمان یہ پوچھتا ہے جائز ہے یا کیا یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں سخت اور شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔

اولاً: یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ و قبیحہ ہے امام احمد اپنی مسند اور ابن ماجہ اپنی سنن میں بسند صحیح حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

((کُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰی اَھْلِ الْمَیِّتِ وَصُنْعَۃَ الطَّعَامِ مِنَ النِّیَاحَۃِ))

''ہم گروہ صحابہ اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔'' (احمد ۲/۲۰۴۔ ابن ماجہ ۱۶۱۲)

جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق ہیں:

⌘ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں۔

((يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهُ شُرِعَ فِى السُّرُوْرِ لَا فِى الشُّرُوْرِ وَهِىَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ))

''اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافتیں تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔''

⌘ فتاویٰ خلاصۃ و فتاویٰ سراجیہ وفتاویٰ ظہیریہ وفتاویٰ تا تارجک اور ظہریہ سے خزنۃ المفتین کتاب الکراہتیہ اورتا تارکانیہ سے فتاویٰ ہندیہ میں بالفاظ متقاربہ ہے۔ واللفظ للسَّرَاجِيَةِ لَا يُبَاحُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ عِنْدَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِى الْمُصِيْبَةِ زَادَ فِى الْخُلَاصَةِ لِاَنَّ الضِّيَافَةَ تُتَّخَذُ عِنْدَ السُّرُوْرِ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے۔

⌘ تبیین الحقائق لامام زیلعی میں ہے: لَابَاسَ بِالْجُلُوْسِ لِلْمُصِيْبَةِ اِلٰى ثُلُثٍ مِنْ غَيْرِ ارْتِكَابِ مَحْظُوْرٍ مِنْ فَرْشِ الْبَسْطِ وَالْاَطْعِمَةِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ مصیبت کیلئے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے مکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف سے۔ امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں۔

((يُكْرَهُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِى الْيَوْمِ الْاَوَّلِ وَ الثَّالِثِ وَ بَعْدَ الْاَسْبُوْعِ))

''یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔''

علامہ شامی ردالمختار میں فرماتے ہیں۔

((اَطَالَ ذٰلِكَ فِى الْمِعْرَاجِ وَقَالَ هٰذِهِ الْاَفْعَالُ كُلُّهَا لِلسُّمْعَةِ وَالرِّيَاءِ فَيُحْتَرَزُ عَنْهَا))

''یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا کہ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔''

(ص ۱۳۸ تا ۱۴۰ جلی الصوت نھی الدعوۃ امام الموت ۱۳۱۰ھ)

(مشمولہ فتاویٰ رضویہ ج چہارم مصنف مولانا احمد رضا بریلوی)

فتاویٰ مندرجہ بالا سے اخذ شدہ نتائج

1. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل میت کے گھر جمع ہونے اور کھانا تیار کرانے کو نوحہ تصور کرتے تھے (یاد رہے کہ میت کے گھر نوحہ پر رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث کے مطابق لعنت بھیجی ہے' گویا مکروہ ترین اور حرام عمل سمجھتے تھے۔ ان کا یہ عمل میت کے بعد بغیر دنوں وغیرہ کی تخصیص کا عمل تھا نیز حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ قطعاً نہیں کہا کہ فقیروں اور محتاجوں کا حق تھا اس لیے ان کو ان تعین مخصوص دنوں میں لازماً کھلاؤ۔
2. اہل میت کی طرف سے ضیافت یا دعوت بالکل جائز نہیں خصوصاً تیسرے دن یہ قل کی فاتحہ خوانی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ضیافت خوشی میں ہوتی ہے۔ غمی میں جائز نہیں۔
3. نہ صرف میت کے پہلے یا تیسرے دن بلکہ ہفتہ کے بعد (اس میں ساتواں' دسواں' چہلم' ششماہی یا سالانہ برسی سب شامل ہو گئے) بھی کھانے تیار کرانا مکروہ وممنوع ہے۔
4. ان فتاویٰ میں کسی نے یہ ہرگز ہرگز نہیں کہا کہ ان تخصیص کے دنوں میں تیجہ ساتواں دسواں چہلم وغیرہ اعزہ واحباب کیلئے کھانا تیار کرنا ممنوع ہے مگر فقیروں اور محتاجوں کیلئے ایسی غمی کے دنوں میں لازمی ہے۔ جیسا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنے فتاویٰ میں ارشاد فرمایا ہے۔

''مردہ کے نام کا کھانا جو امیر وغریب کو کھلاتے ہیں کس کو کھانا چاہیے اور کس کو نہیں' اور یوں بھی کہتے ہیں کہ مردہ کے نام کا کھانا امیر وغریب سب کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مردہ کا کھانا صرف فقراء کیلئے ہے۔ عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے۔ غنی نہ کھائے۔

((کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات)) (احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۶)

مسئلہ نمبر ۱: سوم و دہم و چہلم کا کھانا جو پکتا ہے اس کو برادری کو کھلائے اور خود جا کر کھائے تو جائز ہے۔ یا نہیں؟

مسئلہ نمبر ۲: مقولہ طعام المیت یمیت القلب مستند قول ہے؟

الجواب: (۱) سوم' دہم و چہلم وغیرہ کا کھانا مساکین کو دیا جائے۔ برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع

کر کے کھلانا بے معنی ہے۔ کمافی مجمع البرکات۔ موت میں دعوت ناجائز ہے۔

فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔

((اِنّها بِدعةٌ مُستقبحَةٌ لأنّها شُرِعَتْ فِي السُّرُورِ لافِي الشُّرُورِ))

''تین دن تک اس کا محول ہے۔ لہٰذا ممنوع ہے۔ اس کے بعد بھی موت کی نیت سے اگر دعوت کرے گا ممنوع ہے۔''

۴ یہ تجربہ کی بات ہے اور اس کے معنی یہ ہیں جو طعام میت کے متمنی رہتے ہیں ان کا دل مر جاتا ہے نوکر و طاعت الٰہی کیلئے حیات و چستی اس میں نہیں رہتی کہ وہ اپنے پیٹ کے لقمہ کے موت مسلمین کے منتظر رہتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل اور اس کی لذت میں مشاغل (اللہ تعالیٰ اعلم)

(فتاویٰ رضویہ مصنف مولانا احمد رضا خان ج ۴ ص ۲۲۳)

(مولوی احمد رضا خان صاحب کے اپنے ہی فتاویٰ میں تضاد اس کی اپنی ہی تصنیف کے حوالہ سے)

مسئلہ:

میت کے تیسرے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید، کلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا جسے تیجہ کہتے ہیں۔ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ نیک اعمال کا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ وہ ثواب پا کر خوش ہوتا ہے اور ثواب پہنچنے کا منتظر رہتا ہے تو قرآن شریف وکلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا اچھی بات ہے اور تیسرے دن کی خصوصیات بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بناء پر ہے اس میں بھی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے: صِيَامٌ لَلسَّبْتِ لَالَكَ وَلَا عَلَيْكَ اور جو کچھ تقسیم کیا جائے محتاجوں کو دیا جائے کہ یہ بھی ثواب کی بات ہے۔ غنی لوگ اس میں سے نہ لیں باقی جو بیہودہ باتیں لوگوں نے نکالی ہیں مثلاً اس میں شادی کیلئے تکلف کرنا، عمدہ عمدہ فرش بچھانا یہ باتیں بے جا ہیں، اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن

زیادہ پہنچے گا، اور روز کم تو یہ عقیدہ بھی اس کا غلط ہے اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ چہارم ص ۱۹۳)

۱ ملاحظہ فرمایئے سوم یا تیجہ کی پہلے یہ کہہ کر خوب تعریف کر دی ہے۔ تیسرے دن کی خصوصیت بھی مصالح عرفیہ شرعیہ کی بناء پر ہے یعنی شریعت میں اس کی مشہور و معروف مصلحتیں ہیں۔ مگر افسوس کہ پھر یہ ارشاد فرما کر اس کی برتری کا معاملہ گول کر دیا ہے کہ اگر تیجہ یا سوم کے قل کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ ثواب تیسرے دن پہنچتا ہے یا اس دن زیادہ پہنچے گا اور روز کم تو یہ عقیدہ بھی غلط ہے۔

مقام حیرت ہے کہ پہلے خود ہی تیسرے دن کی تخصیص کر دی ہے اور پھر خود ہی اس تصور یا عقیدے کے خلاف ارشاد فرما کر اپنے فتویٰ کی وقعت ختم کر دی۔

۲ اس طرح چنوں کے متعلق بھی ایک فقرہ میں یہ فرما دیا کہ اسی طرح چنوں کی کوئی ضرورت نہیں نہ چنے بانٹنے کے سبب کوئی برائی پیدا ہو۔

ملاحظہ فرمایئے۔ چنوں کے استعمال کو کنڈم بھی کر دیا اور پھر جواز پیدا کر کے اپنے ہی قول کی تردید کر دی کیونکہ بانٹنے کو صحیح قرار دینے کا مطلب ہے چنوں کے استعمال کو ہونا چاہیے۔ اگر چنے ہوں گے تو بانٹے جائیں گے۔ اگر نہ ہوں تو بٹائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مسئلہ:

فاتحہ بہیئت مرجہ کہ کھانا سامنے رکھ کر درود وقرآن پڑھ کر ثواب اس کا بنام میت کرتے ہیں اور وہ کھانا محتاج کو دے دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

فاتحہ بہیئت مرجہ جس طرح سوال میں بلا ریب جائز و مستحسن ہے اہل سنت کے نزدیک اموات کو ثواب پہنچانا ثابت ہے اور اس بارے میں حدیثیں صحیح اور روایتیں فقہی معتبر بہ کثرت وارد۔ پھر اسی فتویٰ میں آگے چل کر خان صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اور وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ چہارم ص۱۹۳ تا ۱۹۵ مصنف ایضا)

تجزیہ:

[۱] فاتحہ بہیئت مروجہ کسی حدیث میں نہیں اور نہ ہی فقہا سے کوئی روایت ہے۔ چنانچہ چند پچھلے صفحات پر خان صاحب نے فقہا کے فتاویٰ بیان فرمائے تھے ایک بھی اس فاتحہ خوانی پر دلالت نہیں کرتا۔

[۲] اس فتویٰ کے شروع میں تو یہ کہہ کر کہ جس طرح سوال میں مذکور بلا ریب جائز و مستحسن ہے۔

یعنی فاتحہ بہیئت مروجہ جس میں فاتحہ پڑھنے والے کے سامنے کھانا ہوتا ہے خان صاحب نے اس فتویٰ کے شروع میں تو کہہ دیا ہے کہ بے شک جائز اور مستحسن ہے پھر آگے چل کر اپنے اسی حسن بیان کی خود ہی یہ کہہ کر تردید کر دی کہ ''اور وقت فاتحہ کھانے کا قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے۔

غور فرمائیے اسی ایک ہی فتویٰ میں مسئلہ کو مہمل اور گڈمڈ کر دیا پھر سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر بیکار بات ہے تو خاں صاحب نے ان بدعتوں کو جاری وساری کس لئے کیا۔

اگر سوال کرنے والا خان صاحب سے پھر یہ پوچھتا کہ اگر قاری کے سامنے کھانا رکھنا بے کار بات ہے تو پھر ارشاد فرمائیے کہ فاتحہ کے وقت اسے کہاں رکھا جائے کیا میت کی قبر پر رکھ دیا جائے تا کہ کھانے اور اس کے ثواب پہنچنے میں دیر نہ لگے۔

(مروج رسومات میت تیجہ، قل، ساتواں، دسواں، چہلم، برسی وغیرہ شرعی مسائل کی رو سے حرام ہی حرام)

مولانا احمد رضا خان صاحب کے فتویٰ کی کسوٹی پر کھنے سے بھی گناہ ہی گناہ کیونکہ

(۱) قرآن خواں یا قاری کو ختم شریف کے بعد کھانا، رقم یا کپڑے دیئے جاتے ہیں۔ یہ قرآنی آیات کی اجرت ہوئی اور سنگین گناہ ہوا۔

افسوس صد افسوس ایسے گمراہ کرنے والے مولویوں اور قاری صاحبان پر جو قرآن و حدیث کی رو سے ایسے حرام سے لوگوں کو منع کرنے کی بجائے خود ہڑپ کر جاتے ہیں۔

(۲) ہر ختم شریف کے موقع پر سارے احباب اور برادری کے لوگ شامل ہوتے ہیں جو خاں صاحب کے فتاویٰ اور ان فتاویٰ کی رو سے جو حوالہ میں دیئے گئے غمی میں ضیافت ہوئی جو بدعت قبیحہ ہے اور گناہ ہی گناہ ہوا۔

(۳) اگر نہ مولوی کو قرآن خوانی کے عوض کھانا دیا جائے اور صرف فقیروں کو دیا جائے تو پھر ختم شریف پر آئے گا کون؟

کاش کہ خان موصوف دنیا سے تشریف لے جاتے وقت اس مسئلہ کا دنیاوی حل بتا جاتے جو کہ ہر لحاظ سے ناممکن ہے دیگر علماء فقہاء نے انہی مسائل کے مدنظر ان رسومات کو موجب گناہ گردانا ہے نیز چونکہ خیر القرون یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانوں یہ گناہ آلود رسومات موجود نہ تھیں لہٰذا یہ بدعات کے زمرے میں بھی شامل ہو گئیں۔

بے چارے سادہ لوح اور جاہل لوگ مسائل کی روح تو درکنار ان کے جسم سے ناآشنا دیکھا دیکھی اندھا دھند کئے جا رہے ہیں اور مولویوں نے اپنے پیٹ پوجا کیلئے انہیں گمراہ کر رکھا ہے۔

(میت کے بعد مقررہ دنوں (تیجہ، ساتواں، دسواں اور چالیسواں وغیرہ) کا اہتمام کرنے والوں کی من گھڑت حدیثیں اور مثالیں)

❶ نبی انور ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیم کی وفات کے ختم قل کی من گھڑت کہانی ملاحظہ ہو۔

جب رسول اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو تیسرے دن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کھجوریں دودھ اور جو کی روٹی نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھی اور آپ ﷺ نے اس پر سورۃ فاتحہ اور قل ہو اللہ پڑھ کر دعا فرمائی اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کو لوگوں میں تقسیم کر دو اور فرمایا کہ ان اشیاء کا ثواب میرے لخت جگر ابراہیم کو پہنچے۔ اس روایت سے تیجہ کا ثبوت ہوا اور دوسرا کھانا سامنے رکھ کر اس پر ختم کہنے کا ثبوت ہوا۔

ان کا بیان ہے یہ روایت حضرت ملا علی ابن القاری رحمہ اللہ نے کتاب اوز جندی میں تحریر فرمائی ہے۔

الجواب

مولانا عبدالحی لکھنو رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

((نہ کتاب اوزجندی از تصانیف ملا علی قاری است ورنہ روایت مذکور صحیح و معتبراست بلکہ موضوع دو باطل بران اعتماد نشاید درکتب حدیث نشانے از ھمچو روایت یافتہ نمے شود)) (مجموعہ فتاویٰ، ج ۲ ص ۷۲)

"کہ نہ تو کتاب اوجندی حضرت ملاعلی بن القاری کی تصنیفات میں سے ہے اور نہ یہ روایت صحیح اور معتبر ہے بلکہ یہ موضوع اور باطل روایت ہے اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

حدیث کی کسی کتاب میں اس قسم کی روایت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۲ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اکرم ﷺ کیلئے دنوں پر صدقات دینے کے متعلق بھی کمزورترین ثبوت:

مفتی احمد یار لکھتے ہیں کہ:

"انوار ساطعہ ص ۱۴۵ اور حاشیہ خزانۃ الروایات میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام ﷺ نے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کیلئے تیسرے اور ساتویں اور چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بھر بعد صدقہ دیا۔ یہ تیجہ ششماہی اور برسی کی اصل ہے۔"

(بلفظ جاء الحق ص ۲۵۰۔ تصنیف مفتی احمد یار خاں)

مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایسی موضوع اور جعلی روایت سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ حدیث جب پیش ہو تو صحیح سند کے ساتھ ہو یا معتبر حضرات محدثین کرام سے اس کی تصحیح ہونی چاہیے۔ محض روایات یا حدیث کا نام لے لینا کفایت نہیں کرتا۔ مفتی صاحب نے اپنے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی سند پیش نہیں کی جو روایت کے موضوع ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

۳ مولوی محمد شریف نوری لاہوری کے رسالہ مسئلہ گیارہویں کے حوالہ سے۔

اس رسالہ کے صفحہ نمبر ۱۹ پر مشکوٰۃ شریف باب الفتن کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت لکھی ہے کہ کون ہے جو مسجد میں عشاء کی چار رکعت نماز پڑھے اور کہے ھذہ لابی ھریرۃ اس کا ثواب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کیلئے ہے۔

یعنی ایصال ثواب کیلئے یہ حوالہ دیا ہے۔

راقم الحروف نے مشکوٰۃ شریف کے مذکورہ باب کو بار بار پڑھا ہے مگر اس حدیث کا نام

ونشان نہیں ملا۔ پھر صاحب مشکوٰۃ شریف کے جلد نمبر ۳ کے حصہ اکمال فی اسماء الرجال کے پہلے باب میں ۹۵۹ پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ "مدینہ میں ۵۷ھ میں یا ۵۹ھ میں بعمر ۷۵ سال وفات پائی۔"

اور چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ ۱۱ھ میں وصال فرما کر رفیق اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) سے جا ملے۔ لہٰذا ان روایات و واقعات کی روشنی میں بڑی حیرانی ہوتی ہے کہ یہ الفاظ ایصال ثواب کیلئے کس زبان مبارک سے نکلے حالانکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو نبی کرم ﷺ کے قریباً ۴۷ سال بعد دنیا سے رخصت ہوئے لہٰذا یہ کہانی بھی جعلی ہے۔

مولانا محمد شریف صاحب نے میت کی رسوم کیلئے دنوں کے تعین کے حق میں دلائل دیتے ہوئے اپنے اسی رسالے کے ص ۲۲ پر کنز العمال جلد پر ص ۲۲۷ کے حوالہ سے عاشورہ کے دن دسویں محرم کا ذکر کیا ہے۔ اِنَّ عَاشُوْرَآءَ یَوْمٌ مِنْ اَیَّامِ اللّٰہِ۔ نے عاشورہ کا دن اللہ کے دنوں میں سے ہے۔ (کیونکہ اس دن اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے دریا کو پھاڑا۔ اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری اور اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی)۔

مگر مولوی صاحب یہ بھول گئے کہ اس دن کی عظمت کہ اس دن کی عظمت و احترام رسول اکرم ﷺ نے تعیین کی ہے نہ کہ ہم نے اور حدیث میں اس دن کا روزہ رکھنا مسنون ہے جس سے ایک سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

قرآن وحدیث کے مقرر کردہ دنوں کو تو ہم نے فرض یا واجب سمجھ کر بجالانا ہے۔ مثلاً رمضان المبارک کا مہینہ روزوں کیلئے مخصوص ہے۔ عید الفطر اور عید الضحیٰ کے تہوار خوشی منانے کیلئے اور پھر حج کے دن مقرر کئے گئے وغیرہ سوال تو یہ ہے کہ اہل اسلام کو اپنی طرف سے دنوں یا مہینوں اور سالوں کے تعیین کا اختیار نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ہے کہ ہم نے آج کے دن تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں اپنی طرف سے اضافہ یا کمی کا مطلب ہوگا کہ معاذ اللہ رب کریم اور رسول کریم ﷺ کی طرف سے دین میں کمی رہ گئی ہے۔ اسی لئے اس قسم کی خود ساختہ شریعت کا نام بدعت رکھا گیا ہے۔

علاوہ ازیں مذکورہ بالا جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے واقعات میں نہ کوئی میلاد ہے اور نہ کوئی برسی ہے یعنی پیدائش وموت تک کا تو ذکر تک نہیں لہٰذا اس قسم کے دلائل گمراہ کن ہیں۔

۵ مفتی احمد یار خان بریلوی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"کھانے کو سامنے رکھ کر دعا کی تو کون سی خرابی ہے۔ اس طرح قبر کے سامنے کھڑے ہو کر دعا پڑھتے ہیں (غالباً یہ کسی سوال کے جواب میں مولانا نے فرمایا)

(جاء الحق ص ۲۵۴)

ذرا غور فرمائیے سوال گندم جواب چنا کے مصداق مولوی صاحب نے کتنا مضحکہ خیز جواب دیا ہے بھلا کھانے کی قبر کے ساتھ کیا مشابہت۔ کیا دعا پڑھنے والے نے قبر کو ختم کے عوض کھانا ہوتا ہے یا اٹھا کر گھر لے جانا ہوتا ہے جیسا کہ آج کے مولوی صاحب کرتے ہیں پھر قبر کے سامنے دعا تو سنت طریقہ ہے جو اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ کے زمانوں سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر کھانے کو سامنے رکھ کر دعا پڑھنا ان زمانوں میں سے کسی میں ثابت نہیں لہٰذا یہ ایجاد مگر شریعت میں اضافہ ہے جو بدعت اور گمراہی ہے اور جہنم میں لے جانے والی ہے۔

(ہمارے مولوی حضرات اہل کتاب (یہودی) علماء اور درویشوں کی روش پر!)

یہودی علماء اور تارک الدنیا احکامات ربانی کو نظر انداز کر کے تھوڑی قیمتوں پر فتوی بیچتے تھے رشوتیں کھاتے تھے۔ نذرانے لوٹتے تھے ایسے ایسے مذہبی ضابطے اور رسومات ایجاد کرتے تھے جو اس مذہب کے پیروکار اپنی نجات کیلئے خریدتے تھے۔ اول الذکر حضرات نے خلق خدا کو گمراہیوں کے چکر میں پھنسا رکھا تھا حتیٰ کہ شادی وغمی کی کوئی ایسی تقریب نہ تھی جو ان کو کھلائے بغیر پایہ تکمیل کو پہنچتی تھی چنانچہ ان کے کرتوتوں کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [التوبہ:۳۴]

"اے ایمان والو! (خبردار ہوشیار رہنا) بہت سے (احبار) یہودی علماء اور راہب (تارک الدنیا) ایسے ہیں جو لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔"

اس آیت کا اطلاق ہمارے مولویوں اور پیروں کے طریقہ پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ میت کی رسومات سب کی سب مال ہتھیانے کا بہانہ ہے۔ گذشتہ صفحات پر تفصیل سے ان فتاویٰ کا بیان ہے جن میں مولوی صاحبان نے کھانے پینے کیلئے میت کے ختم شریفوں کا وسیلہ تلاش کیا ہے اور ان کو میت کیلئے ایصال ثواب کا ذریعہ گردانا ہے۔

ملاحظہ ہوں ذیل کے اقتباسات جو رسالہ شجرہ بدعات ناشر المکتبہ

الحسینیہ بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا اور مؤلف حضرت سیدنا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری۔ مرحوم بلفظہ ص ۶ تا ۷ سے نقل کیے گئے ہیں۔

مقام حیرت ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے لالچ کرنا تو کوئی بری بات نہیں تھی بستر مرگ پر پڑے بھی یہ وصیتیں کرتے ہیں کہ اعزہ سے اگر خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ دو تین بار کچھ (مجھ کو) ان اشیاء سے بھی بھیج دیا کریں۔

① دودھ کا برف خانہ ساز (قلفی) اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو ② مرغ کی بریانی۔ ③ مرغ پلاؤ خواہ بکری کا ④ شامی کباب ⑤ پراٹھے ⑥ بالائی۔ فرنی ⑦ اردا کی دال مع ادرک و لوازم (یعنی مصالحے بھی سب ہوں تا کہ مولوی صاحب کو قبر میں بادی نہ ہو جائے ⑧ گوشت بھری کچوریاں ⑨ سیب انار کا پانی ⑩ سوڈے کی بوتل تا کہ یہ سب الابلا ہضم ہو جائے۔ (وصایا شریف ص ۸)

نوٹ: یہ وصیت مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اپنے انتقال سے دو گھنٹہ سترہ منٹ پہلے کی۔

اس سے معلوم ہوا یار لوگوں کا یہ سارا ڈھونگ محض پیٹ پوجا کیلئے ہے دین اسلام سے کوئی پیار نہیں اور نہ ہی اولیاء کرام کے ساتھ کوئی تعلق ہے یہ تو محض وسیلے ہیں اس پیٹ کے جہنم کو بھرنے کیلئے پنجابی مقولہ ہے۔

جی آڈھڈھا جی
تواں پتر تواں دھی

اور اسی لئے تو مولوی محمد عمر صاحب اچھروی نے اپنی کتاب مقیاس حنفیت میں مندرجہ ذیل سرخیاں قائم کر کے امت محمدیہ ﷺ پر کرم فرمائی کی۔

فضیلت دودھ' فضیلت حلوا و شہد' فضیلت گوشت اور پراٹھا وغیرہ۔

شاید خان صاحب بھی اسی سوچ بچار میں تھے کہ ایک دفعہ کسی نے پوچھا۔

سوال

حضور اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں۔ آپ (خان صاحب) نے جواب دیا۔

جواب

اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے

ہیں۔ (ملفوظات حصہ اول ص ۱۲۷ مصنف مولانا احمد رضا خان بریلوی)

اندازہ کیجیے پیٹ کی اشتہار کا۔ ان بندگان پیٹ کے سامنے مسئلہ کوئی بھی کیوں نہ ہو بات پیٹ کی کریں گے۔ بھلا دیکھئے سائل حاضر ناظر کے چکر میں ہے تو حضرت پیٹ کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کسی نے بھوکے سے سوال کیا کہ دو اور دو کتنے؟ اس نے جواب دیا چار روٹیاں۔ ان کی بھی یہی مثال ہے چنانچہ اس قسم کے لطیفے سننے میں آرہے ہیں۔

ایک مولوی صاحب نے میت کے گھر والوں سے کہا کہ کل خواب میں تمہاری میت نے مجھے کہا کہ میرے لواحقین کو کہیے کہ دیسی گھی میں حلوا پکا کر مجھے بھیجیں۔

اموات کے ایصال ثواب کے طریقے

① دعائے خیر سے جیسا کہ۔

② نماز جنازہ میں۔

③ زیارت قبور کے وقت اصحاب قبور کو سلام اور دعائے مغفرت سے ثواب پہنچانا۔

④ تعزیت کے وقت دعائے مغفرت ورحمت کرنا۔

مرنے والوں کی طرف سے صدقہ، حج اور روزے مثالیں

اختصار کی خاطر احادیث متعلقہ کا صرف نفس مضمون دیا گیا ہے:

❶ حضرت ابوطلحہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کا ایک دنبہ اپنے لیے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے کیا۔ (احمد ۳/۳۶۲ ابوداؤد ۲۸۱۰ ترمذی ۱۵۲۱)

❷ حضرت علی ؓ دو قربانیاں کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں ایک قربانی آپ ﷺ کی طرف سے کروں۔

(ابوداؤد ص ۲۷۹۰۔ ترمذی ۱۴۹۵ احمد ۱/۱۰۷)

❸ حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ جو احادیث صحیح بخاری اور مسلم میں مروی ہے کہ ایک شخص کی والدہ کی اچانک موت سے اس کو اپنے لیے صدقہ دینے کی وصیت نہ کرسکی چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر وہ اپنی ماں کی طرف

سے صدقہ کرے تو اس کا ثواب پہنچے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

(بخاری ۲۷۶۰ مسلم ۱۰۰۴)

❹ اسی طرح ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے اور صحیح بخاری میں روایت ہے کہ سعد بن عبادہ ؓ کی والدہ نے انتقال فرمایا اور آپ نے نبی کریم ﷺ سے یہی سوال کیا کہ اگر وہ والدہ کی طرف سے صدقہ کرے تو اس کا ثواب پہنچے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ لہٰذا اس نے نبی کریم ﷺ کو گواہ بنا کر اپنا باغ المعروف مخراف اپنی مرحومہ والدہ کیلئے صدقہ کر دیا۔ (بخاری۔ ۲۷۵۶)

❺ بحوالہ تہذیب الآثار حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا والد فوت ہو گیا۔ مگر کوئی وصیت کئے بغیر ترکہ میں کچھ مال چھوڑ گیا اس نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو کیا ان کے گناہوں کا کفارہ اور ذریعہ مغفرت ونجات بن جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (مسلم ۱۲۳۰۔ نسائی ۳۶۵۴)

❻ حضرت عبداللہ بن عمر العاص ؓ سے روایت اور مسند احمد میں مروی ہے کہ ان کے دادا عاص بن وائل نے سو اونٹ قربان کرنے کی نذر مانی تھی جس کو وہ پورا نہ کر سکے چنانچہ ان کی زندگی کے بعد ان کے بیٹے ہشام بن العاص تو پچاس اونٹ قربانی کر کے اپنے باپ کے حساب میں تو قربانی کر دی۔ دوسرے عمر بن العاص ؓ (جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق دی تھی) نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو فرمایا کہ اگر تمہارے باپ ایمان لے آئے تو روزے رکھتے یا صدقہ کرتے تو وہ ان کیلئے نفع مند ہوتا مگر کفر وشرک کی حالت میں مرنے کے بعد تمہارا کوئی عمل ان کے کام نہیں آ سکتا۔

سنن ابوداؤد میں اسی حدیث میں سو (۱۰۰) غلام آزاد کرنے کا ذکر ہے اور بجائے صدقہ اور روزے کے صدقہ اور حج کے اعمال کے ثواب کا ذکر ہے۔ (ابوداؤد ۲۸۸۳)

❼ حضرت انس ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مُردوں کی طرف سے صدقہ یا حج کرنے کے متعلق اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا ہاں

ان کو ثواب پہنچتا ہے بلکہ وہ اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تمہارے پاس کوئی تحفہ لائے تو خوش ہوتے ہو۔

❻ حضرت بریدہ اسلمی ؓ سے محدثین (احمد۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ) نے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ماں بغیر حج کے مرگئی ہے۔ اگر میں اس کی طرف سے حج کروں۔ تو کیا اس کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔
(بخاری ۱۸۵۲)

((وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ))

